International Journal of Islamic Studies & Culture ISSN- 2709-3905
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/192 PISSN2709-3891
(Volume.3, Issue.4 (2023)
(October - December)

Reforming society in the light of Proverbs 'Hadith a Special review

اصلاح معاشرہ،امثال الحدیث کی روشنی میں تخصیصی مطالعہ

Mudassir Iqbal
Marium Bibi
Dr. Syed Toqeer Abbas
PHD Research Scholar, Institute of Islamic Studies and Shariah, MY University Islamabad at-iqbalmudassir428@gmail.com
Visiting lecturer, University of chakwal PhD scholar international Islamic university Islamabad at-mariumbibi98@gmail.com
Principal Govt. High School Lakhodair Lahore Cantt at-toqeerlakhodair@gmail.com

Abstract

The more we have moved away from the age of Prophethood, the more defects have arisen in our society, even in this time there is no evil or error from which our society is safe. Therefore, there is an urgent need to have a plan of action that can be adopted to reform the society, when we study the Seerat-ul-Rasul (PBUH) to find a solution to this social distortion, we find that Prophet of Allah taught people morally through simple and easy conversations. He (PBUH) used to proverb as needed in his conversation and thus that conversation would be understandable and easy for everyone. Undoubtedly, unless the audience understands what the reader is saying, it will not be possible to follow it, so it is necessary to prepare a plan for training and reforming the society by taking guidance from the examples of hadith.

تمہید

اللہ عزوجل کی طرف سے جب بھی کوئی ہادی دنیا میں انسانیت کی ہدایت کی خاطر مبعوث ہوا ہے تو وہ ہادی اس دور کے مروجہ اصول اور روایات کو یکسر منسوخ نہیں کرتا بلکہ اس دور کی مروجہ عادات کو سامنے رکھتے ہوئے حکمت عملی کے تحت منکرین کو محبین بننے کا درس دیتا ہے۔بنی نوع انسان کو زندگی گزارنے کے طریقے سکھاتا ہے اور اس معاشرے میں ہدایت ربانی کے دائمی اصولوں کی روشنی میں اصلاح واخراج اور ابقا وایجاد کرتا ہے۔اسی اصول کے پیش نظر اگر ہمیں دور حاضر میں صحیح معنوں میں زندگی گزارنے کے اصول و ضوابط درکار ہیں تو پھر ہمیں قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت مبارکہ کو اپنے سامنے رکھ کر رسول پاک ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی میں ڈھالنا ہوگا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ"[1]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تمہارے لیے نہایت عمدہ نمونہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ انسانی نفسیات کی نبض کی ایک ایک دھڑکن کو پہچانتے تھے اور اس کے مطابق انسان کی صلاح وفلاح فرماتے۔آپ ﷺ نے انسانی عظمت و کردار کو پاکیزہ بنانے کے لئے جو مختلف طریقے اپنائے ان میں سے ایک موثر طریقہ "امثال" کا ہے۔ادب میں امثال کی اہمیت کے بارے میں اس بات سے بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ادب کی دیگر اجناس مثلاً شعر، خطبہ، رسائل وغیرہ کی طرح یہ جنس معاشرے کے کسی خاص طبقے تک محدود نہیں۔یعنی شعر شعراء تک، رسائل انشاء پردازوں تک اور خطبے خطباء تک ہی محدود ہوتے ہیں جب کہ مثل ان کے برعکس بغیر کسی تخصیص کے معاشرے کے تمام طبقوں میں یکساں مقبول ہے چاہے وہ طبقہ تعلیم یافتہ لوگوں کا طبقہ ہو یا جاہل عوام کا، علماء وفضلاء کا ہو یا فلاسفہ کا سب بغیر کسی استثناء کے مثل سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ امثال کو اپنی جگہ ایک خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ امثال میں انسانوں کے لئے علم کا ذخیرہ چھپا ہوا ہوتا ہے۔قرآن وحدیث میں بیان کی گئی تمثیلات سے اصل غرض عبرت حاصل کرنا ہے تاکہ انسان میں یہ شعور پیدا ہو کہ وہ اس میں غور و فکر کرکے دنیا کی حقیقت اس کی ناپائیداری اور زوال وفنا

[1] الاحزاب،21۔

کو سمجھتے ہوئے اللہ کی ذات پر ایمان لائے اور یہ جان سکے کہ ہمارے اچھے اور برے اعمال کس طرح ہمارے لئے فائدے یا نقصان کا سبب بن سکتے ہیں۔اس بات کو سمجھانے کے لئے ان چیزوں کی مثال دی جاتی ہے جو آنکھوں کے سامنے موجود ہو،جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے"حُنَفَآءَ لِلّـٰهِ غَيْـرَ مُشْرِكِيْنَ بِه وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّـٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْـرُ اَوْ تَهْوِىْ بِهِ الرِّيْحُ فِىْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ"[2]

ترجمہ: ہر باطل سے الگ،صرف اللہ کے ہو کر رہو کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناؤ اور جس نے کسی کو اللہ کا شریک قرار دیا وہ گویا آسمان سے گر گیا،پھر اسے مردار خور پرندے جھپٹ لیتے ہیں یا آندھی اس کو کسی دور جگہ پھینک دیتی ہے۔

اس مثال کے ذریعے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ انسان آنکھ کے ذریعے آسمان کی وسعتوں کو دیکھ کر بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ ایمان کے ذریعے اگر آسمان کی وسعتوں کی طرح بلندی تک پہنچا جا سکتا ہے تو اس کے برعکس کفر ہمیں پستیوں میں بھی دھکیل سکتا ہے۔

امثال کے لغوی معنی

قرآن مجید میں لفظ''مثل''اپنے تمام مشتقات کے ساتھ تقریباً169آیات میں آیا ہے،ان میں ''مِثل'' اور ''مَثَل''تقریباً71آیات میں آئے ہیں۔المثل کا لفظ مِثل اور مثَل دونوں طرح سے آتا ہے،مِثل کے معانی ہیں مشابہ ہونا اس کی جمع امثال آتی ہے جبکہ مثَل دونوں طرح سے آتا ہے اس کے معانی ہیں مشابہ ہونا اس کی جمع امثال آتی ہے جبکہ مثَل کے معنی حجت اور صفت بھی ہیں۔مثال کا معنی اندازہ اور برابری کے ہیں ان کے علاوہ کئی طرح کے معانی آتے ہیں۔"المثل۔ بالكسر والتحريک، الشبه والجمع امثال، والمثل محركة، الحجة والصفة، والمثال المقدار والقصاص، الى غير ذالک من المعانى"[3]

لسان العرب میں ابن منظور رقمطراز ہیں:

"مثل، مِثْلٌ :كلمةٌ تسويةٍ، يقال هذا مثله و مثله كما يقال شبهه و شبهه بمعنى"[4]

یعنی مثل وہ لفظ ہے جو برابری کے لیے بولا جاتا ہے یا یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ اس اس کی مثل ہے یا یہ کہا جاتا ہے کہ یہ مشابہت میں اس چیز کے مشابہ ہے۔

مقاییس اللغۃ میں احمد بن فارس بن زکریا لکھتے ہیں:

"الميم والثاء واللام أصل صحيح يدل على مناظرة الشيئ للشيئ"[5]

یعنی ایک ایسی حقیقی اصل جو کسی چیز کے ساتھ مشابہت کی نشاندہی کرتی ہے۔

علامہ ابن فارس رقمطراز ہیں:

"المِثل" و"المَثَل" يدلان على معنى واحد وهوكون شی ء نظير ا للشى"[6]

"یعنی مِثل اور مثَل ایک معنی ہی پر دلالت کرتے ہیں،وہ ہے کسی چیز کا دوسری چیز کا نظیر ہونا"

علامہ راغب اصفہانی رقمطراز ہیں:

علامہ راغب اصفہانی(المتوفی502ھ)لکھتے ہیں:

"مثَل"(ک) الشی مثولاً کے معنی کسی چیز کا سیدھا کھڑا رہنا یا دوسری چیز کا شکل وصورت اختیار کر لینا۔مِثل اور مثَل دونوں ہم معنی ہیں،جیسے شِبہ اور شَبہ اسی طرح نِقص اور نَقص یہ لفظ دو طرح استعمال ہوتا ہے:

---

[2] الحج،31۔

[3] محمد بن یعقوب،**القاموس المحیط**(القاہرہ:دار الحدیث،2008ء)1508۔

[4] جمال الدین محمد بن مکرم،**لسان العرب**(بیروت:دار صادر،س ن)6:14۔

[5] احمد بن فارس بن زکریا،**مقاییس اللغۃ**(دار الفکر،للطباعۃ والنشر والتوزیع،س ن)5:296۔

[6] ایضاً

1. بمعنی وصف جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:" مثل الجنة التی وعد المتقون "یعنی جس جنت کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے اس کے اوصاف یہ ہیں۔
2. بمعنی مشابہ آتا ہے۔ یہ لفظ ہر قسم کی مشابہت کو شامل ہے، بلکہ عربی میں جو لفظ بھی مشابہ کے لیے آتا ہے یہ ان سب سے عام ہے[7]۔

امثال کے اصطلاحی معنی

اصطلاحاً "مثل "سے مراد ایسا معنی یا جملہ ہے جو کہ کسی مفہوم کے بارے میں کہا گیا ہو، پھر اسی جیسے مفہوم یا شخص کے بارے میں استعمال کیا جانے لگا ہو یعنی وہ جملہ جو مثال کے طور پر مشہور ہو"[8]۔

امام ابو ہلال الحسن بن عبداللہ بن سہل العسکری رقمطراز ہیں:

"ثم جعل كل حكمة سائرة مثلاً،وقد ياتى القائل بما يحسن من الكلام ان يتمثل بہ الا انہ لايتفق ان يسير فلا يكون مثلا"[9]

"بعض مرتبہ زبان پر جاری وساری حکمت بھری بات مثال بنادی جاتی ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی قائل اچھا کلام بطور مثل پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس کے جاری وساری ہونے کا اتفاق نہیں ہو پاتا اس لئے وہ مثل نہیں بنتی"

ڈاکٹر علاء اسماعیل الحمزاوی رقمطراز ہیں:

"ان المثل ہو جملة خياليه ذائعة الأستخدام تدل على صدق التجربة اوالنصحة اوالحكمة يرجع اليها المتكلم وقديما عرفوا المثل بانہ حكمة شعبية قصيرة تتداول على الا لسنة اوھوجملة غالباً ماتكون قصيرة تعبر عن حدث ذى مدلول خاص، لكن يبقى على المستمع تخمينة"[10]

"مثال وہ خیالی جملہ ہے جس کا استعمال ہو، جو حقیقی تجربہ یا نصیحت یا حکمت پر دلالت کرتا ہو اور کلام کرنے والا اس سے یہی ارادہ کرے اور لوگ شروع ہی سے مثال کو پہنچانتے ہوں کہ یہ زبانوں پر جاری عوامی مقبولیت رکھنے والی حکمت بھری بات ہے، یا مثال عمومی طور پر اس مختصر جملے کو کہتے ہیں جو خاص شئے پر دلالت کرنے والی بات کو بیان کرتا ہو مگر اس کا اندازہ لگانا سننے والے پر موقوف ہوتا ہے"

امام راغب اصفہانی رقمطراز ہیں:

"المثل عبارة عن قول فى شىء يشبہ قولا فى شىء اخر،بينهما مشابهة، ليبين احدهما الاخر ويصوره نحو قولهم (الصيف ضيعت ا للبن)"[11]

"مثل سے مراد ایسی بات جو کسی دوسری بات سے ملتی جلتی ہو اور ان میں سے کسی ایک کے ذریعہ دوسری کا مطلب واضح ہو جاتا ہو اور معاملہ کی شکل سامنے آجاتی ہو۔ مثلاً بسبب طمع و قلت رضا ضرورت کی چیز کو کھودینے پر کہا جاتا ہے، (الصيف ضيعت اللبن) یعنی گرمیوں نے دودھ ضائع کردیا"

امثال کے اصطلاحی معنی کے متعلق کتب صحاح میں شمار کی جانے والی احادیث مبارکہ کی کتاب "سنن ترمذی" کی شرح جامع ترمذی کے مصنف رقمطراز ہیں:

---

7 راغب حسین الاصفہانی، **مفردات الفاظ القرآن** (کراچی: مکتبۃ البشری، 2013ء)، ص 481

8 فیروزالدین، **جامع فیروز اللغات** (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، 2005ء)، ص 920

9 ابو ہلال حسن العسکری، **کتاب جمہرۃ الامثال** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1988ء)، ج 1، ص 11

10 علاء اسماعیل الحمزاوی، **الامثال العربیۃ والامثال العامیۃ**، ص: 11

11 الاصفہانی، **مفردات الفاظ القرآن**، ص 481

"کسی غیر واضح یا غیر محسوس کو واضح اور محسوس چیز کے ساتھ تشبیہ دینا، نمونہ یا سانچہ جس کے ذریعے کوئی چیز تیار کی جائے، نظروں سے پوشیدہ چیز کو استعارہ کی شکل میں نمایاں کرنا، کسی حقیقی یا فرضی واقعہ کو بطور سبق یا عبرت پیش کرنا"[12]۔

امثال کے لغوی واصطلاحی معنی سے آگاہی کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ "امثال" کا لفظ لغت اور اصطلاح میں مختلف معنی کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ مثال بیان کرنے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ حقائق جن تک عام لوگوں کی نگاہیں نہیں پہنچ سکتیں ان کو مخاطبین کے ذہن کے قریب کرنے کے لئے کسی ایسی صورت سے تشبیہ دی جاتی ہے جن سے وہ پہلے ہی بخوبی واقف ہوں۔

آئمہ کے نزدیک امثال کی حکمت واہمیت

علامہ ابن قیم الجوزیؒ امثال کی حکمت واہمیت کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

"حدیث کی مثالیں دلی انس کے لیے، قبولیت کی جلدی کے لیے، سراطاعت ختم کرنے کے لیے اور ایسی صورت پیدا کرنے کے لیے ہوتی ہیں کہ انکاری کی اور نہ ماننے کی گنجائش نہ رہے۔ جس قدر مثال میں وضاحت ہوگئی اصل صاف ہو جائے گی، دل بڑھے گا، سینے کا کھٹکا دور ہو جائے گا ور انسان شوق سے اس بات سے بات قبول کرلے گا۔ مثالیں کیا ہیں؟ مراد ومعنی کے شواہد ہیں۔ اسے ترکیب دینے والے اور انہیں جاری کرنے والے ہیں گویا ایک کھیت ہے جو اپنی بال نکالتا ہے پھر اسے مضبوط کرتا ہے پھر وہ کھیتی سوئی ہو جاتی ہے پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے۔ مثالیں کیا ہیں؟ خاصہ عقل ہیں، لب لباب ہیں اور عقل کا پھل ہیں۔"[13]

علامہ زرکشیؒ رقمطراز ہیں:

"امثال کے ذریعے مقصود کو واضح کرنا کچھ مخفی نہیں ہے کیونکہ مثل بیان کرنے کا مقصد ہی پوشیدہ چیزوں کو واضح سے تشبیہ دینا ہے اور حاضر کو غائب سے پس مثال کے طور پر ایمان کی ترغیب اگر نور کی مثال کے ساتھ ہو تو دل میں نور کی روشنی موکد ہو جائے، اور اسی طرح کفر سے دور کرنا اگر اندھیرے کی مثال کے ساتھ ہو تو کفر کی برائی موکد ہو جائے"[14]۔

مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی ندویؒ امثال کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"تمثیلات کسی حالت میں بھی بے فائدہ نہیں ہوتیں، تمثیل سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جو بات عقلی و منطقی استدلال سے بڑی دیر میں یا بڑی مشکلوں سے سمجھ میں آتی ہے وہ تمثیل کے ذریعے بہت جلد اور آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ بے شمار انسان دنیا میں ایسے ہیں جن کے دماغوں کی ساخت دوسرے طریقہ ہائے تفہیم کو جلد قبول نہیں کرتی مگر مثالوں کو فوراً قبول کرلیتی ہے، یعنی تمثیلات و تشبیہات سے کسی کو مفر نہیں"[15]۔

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس رقمطراز ہیں:

"امثال ایک پوری تہذیب کی آئینہ دار ہیں جن میں انسان کی عبرت پذیری کا پورا سامان موجود ہے۔ یہ امثال انسان کو موجودات عالم کی پوشیدہ اسرار میں فکر کی دعوت بھی دیتی ہیں تاکہ انسان کارگاہ حیات میں زمانہ کے بدلتے تقاضوں کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کا سامان کرے۔ امثال علم کی دنیا میں تذکر اور تفکر کے اصول کی نشاندہی بھی کرتی ہیں یہی وجہ کہ آج کے دور میں مثالی نظام تعلیم اسے سمجھا جاتا ہے جہاں مسائل جدیدہ کی تفہیم کے لئے امثال سے کام لیا جاتا ہو، کسی موقف کو واضح کرنے میں امثال سے بہتر کوئی دوسرا ذریعہ نہیں"[16]

---

[12] محمد بن عیسیٰ ترمذی، مترجم۔ محمد محی الدین جہانگیر، شارح، محمد یٰسین قصوری، **شرح ترمذی** (لاہور: شبیر برادرز، 2017ء) 5:23۔

[13] عبداللہ ابن قیم الجوزی، **اعلام الموقعین** (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، 2007ء)، ج1، ص180

[14] محمد بن عبداللہ الزرکشی، **البرھان فی علوم القرآن** (قاہرۃ: دارالحدیث، 2006ء)، ج1، ص327

[15] محمد جعفر پھلواروی، **مقالات** (راولپنڈی: مکتبۃ امتیاز، 2007ء)، ص138

[16] ہمایوں عباس شمس، **علوم القرآن** (فیصل آباد: شمع بکس، 2015ء)، ص109

ISSN- 2709-3905
PISSN2709-3891

مذکورہ آئمہ مفکرین کی آراء کے مطالعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دوران گفتگو امثال کا استعمال مخاطب کے دل ودماغ کو چست بنا کر اس کی فکری صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے جس کے نتیجے میں مخاطب تدبر و تفکر کے ذریعے اپنے مطلوب ومقصود کو سمجھ کر اسے حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے۔ لہٰذا اب ہم اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ امثال کا استعمال تربیت معاشرہ میں کس حد تک مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔

تربیت معاشرہ میں امثال کا کردار

سرکار دو عالم ﷺ کی پوری زندگی ہمارے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح اور روز روشن کی طرح واضح ہے کہ کس طرح آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی کا ہر لحہ دین اسلام کی اشاعت و ترویج کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ آپ ﷺ ہمیشہ کسی ایسے موقع کی تلاش میں رہتے کہ جس سے فائدہ اٹھا کر لوگوں کے سامنے پیغام خداوندی کو سنایا جائے جو نہی کوئی ایسا موقع آتا تو رسول اللہ ﷺ حاضرین کی ذہنی سطح کے مطابق گفتگو کا آغاز فرماتے اور اپنی بات کو واضح طور پر بیان کرنے کے لئے امثال کا بھی استعمال فرماتے۔ جب رسول اللہ ﷺ پر قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: "وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ"[17]

ترجمہ: اور آپ ﷺ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب سے) ڈرائیے۔

اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد آپ ﷺ کوہ صفا پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا "یاصباحاہ" یہ نعرہ عرب نہایت خطرے کے موقع پر لگایا کرتے تھے۔ جب یہ آواز سن کر چالیس کے قریب آدمی جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے لوگو! اگر میں تم کو خبر کردو کہ اس پہاڑ کے پیچھے تمہارا دشمن ہے جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات پر یقین کروگے؟ لوگوں نے کہا ہاں "ما جربنا علیک کذبا" ہم ضرور یقین کریں گے! کیونکہ ہم نے کبھی آپ ﷺ پر جھوٹ کا تجربہ نہیں کیا یعنی آپ ﷺ ہمیشہ سچ بولتے ہیں یہ سننے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر یہ بات ہے تو پھر میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ بڑے عذاب سے پہلے اپنے آپ کو بچالو۔[18]

مسائل کی تفہیم کا غائبانہ مشاہدہ

سابقہ روایت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کی خاطر تفہیم دین اور حقائق کو واضح کرنے کے لئے ایک جنگی لشکر کی مثال سے سمجھایا۔ حالانکہ حقیقت میں کسی بھی ایسے لشکر کی موجودگی کا کوئی امکان نہیں تھا لیکن عرب چونکہ خود سر اور سرکش قوم کے طور پر گردانے جاتے تھے اور جنگ وجدل سے ان کو کوئی عار نہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے لشکر کی مثال دے کر انہیں سمجھایا۔ لہذا یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انسان پیچیدہ عقلی حقائق کو آسانی کے ساتھ سمجھنے کے برعکس زیادہ تر محسوس ہونے والی چیزوں سے جلد مانوس ہو جاتا ہے لہٰذا ایسی مثالیں فاصلوں کو قریب کر دیتی ہیں اور ان میں پوشیدہ حقیقت کو دلچسپ اور تسلی بخش بنا دیتی ہیں۔

توضیح مقاصد

معاشرے میں رہنے والا ہر شخص اپنے سامنے کوئی نہ کوئی مقصد رکھتا ہے۔ لیکن بعض مرتبہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے انسان کا طرح طرح کے مسائل سے بھی سامنا رہتا ہے ایسے حالات میں کسی کے سامنے اپنے مقصد کی وضاحت کے لئے ایک مؤثر طریقہ امثال کا ہے جس کے ذریعے وہ لوگوں کے سامنے اپنے مقصد کو واضح طور پر بیان کر سکتا ہے۔

ہمیں آقا کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایسے حالات کا تذکرہ بھی ملتا ہے جب آپ ﷺ نے معاشرے کے سامنے اپنے مقصد کو واضح کرنے کے لئے منہج امثال اپنایا۔

آقا کریم ﷺ نے جب دین اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تو کفار نے ہر طرح کی مداخلت کی۔ کفار مکہ کی بے جا مداخلت کے باوجود جب انہوں نے محسوس کیا کہ ان سخت آزمائشوں میں بھی رسول اللہ ﷺ کے قدم نہیں ڈگمگائے بلکہ اسلام کے ماننے والوں میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے تب قریش کے سرداروں نے ایک قومی وفد بنا کر جناب ابو طالب کے پاس بھیجا جو رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے۔ کفار نے کہا اے ابو طالب آپ کے بھتیجے نے گھر گھر میں تفرقہ ڈال دیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ وہ اس کام کو چھوڑ دے اور اس کے بدلے میں ہم اس کے ہر مطالبے کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ جب قریش کے سردار چلے گئے تو ابو طالب نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا اے میرے بھتیجے (بھائی کے بیٹے) تمہاری قوم میرے پاس آئی تھی اور انہوں نے مجھ سے اس طرح کی باتیں کی پس مجھ پر بھی رحم کرو اور خود اپنی جان پر بھی رحم کرو اور مجھ پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈالنا جس کو برداشت

---

[17] الشعراء،214۔

[18] عبدالحمید سواتی، **معالم العرفان** (گوجرانوالہ: مکتبۃ دروس القرآن فاروق گنج،2007ء)14:322۔

کرنی کی مجھ میں طاقت نہ ہو تو آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: "يا عم، والله لو وضعوا الشمس في يميني والقمر في يساري على أن أترك هذا الأمر حتى يظهره الله، أو أهلك فيه ما تركته۔"[19]

ترجمہ: چچا جان واللہ! اگر میری دائیں جانب سورج اور بائیں جانب چاند رکھ دیں کہ میں اس معاملے کو چھوڑ دوں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی خود اس کو غلبہ دے یا میں مر جاؤں تو بھی اسے نہ چھوڑوں گا۔

مذکورہ گفتگو سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آقا کریم ﷺ نے دین مبین کی تبلیغ پر قائم ودائم رہنے کے جذبے اور حقیقی مقصد کی وضاحت اپنے چچا اور قریش کے سرداروں کے سامنے مثال کے ذریعے بیان کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ کے چچا نے آپ کے جذبے کو سراہتے ہوئے مکمل حمایت کی ذمہ داری اٹھالی۔ گویا اس موقع پر امثال ہی وہ ذریعہ تھا جس کو اپنانا رسول اللہ ﷺ نے مناسب اور ضروری سمجھا۔

وعظ ونصیحت

کسی بھی معاشرے کا حسن معاشرے میں رہنے والے لوگوں کے گفتار وکردار سے ظاہر ہوتا ہے لوگ اخلاقی طور پر مہذب ہوں گے تو معاشرہ امن کا گہوارہ ہوگا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لوگوں کی اخلاقی قدریں کیسے پروان چڑھیں گی؟ اس سوال کا ایک حقیقی جواب یہ بھی ہے کہ جہاں بے شمار ذرائع ہیں لوگوں کی اخلاقی قدروں کو سنوارنے کے وہاں ایک خوبصورت اور جامع طریقہ وعظ ونصیحت کا ہے۔ اگر معاشرے کے حکمران، مقرر اور خطباء حضرات اپنے مواعظات میں امثال کا استعمال کرتے ہوئے اپنے مقاصد کی وضاحت کریں تو معاشرے کے کم علم رکھنے والے لوگوں کو بھی اس سے بھرپور فائدہ ہوگا یوں ایک عام معاشرہ اسلامی معاشرے کی صورت میں ابھر کر سامنے آئے گا۔

آقا کریم ﷺ کی زندگی میں کثرت سے ایسے مواعظات کا تذکرہ ملتا ہے جن میں حضور ﷺ نے معاشرے کے لوگوں کی اصلاح کے لئے اپنے مواعظات میں امثال کا استعمال فرمایا۔ غزوہ حنین وہ مشہور جنگ ہے جو فتح مکہ کے فوراً بعد طائف اور مکہ کے درمیان آباد قبائل سے آنحضرت ﷺ کو کرنا پڑی تھی۔ اس غزوہ کے دوران اللہ نے مسلمانوں کو زبردست کامیابی سے نوازا اور بہت زیادہ مال غنیمت بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مال غنیمت کے ذریعے تالیف قلوب کی خاطر سرداران قریش پر خاص نوازش کی۔ دوسری طرف انصار میں سے ہر ایک کو چار چار اونٹ ملے۔ اس پر انصار کو رنج ہوا۔ جب یہ اطلاع رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے سب انصار کو طلب کیا اور فرمایا۔ "اے گروہ انصار کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر واپس جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو لے کے اپنے کجاؤوں کی طرف واپس جاؤ۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم تقسیم اور حصہ میں آپ ﷺ پر راضی ہو گئے۔"[20]

حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَلَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَذْهَبَ النَّاسُ بِالشَّاءِ وَالْإِبِلِ وَتَذْهَبُونَ بِرَسُولِ اللَّهِ إِلَى رِحَالِكُمْ الْأَنْصَارُ شِعَارٌ وَالنَّاسُ دِثَارٌ وَلَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنْ الْأَنْصَارِ وَلَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَشِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ وَشِعْبَهُمْ"[21]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم پسند نہیں کرتے لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھر لے جاؤ اور انصار اندرونی لباس کی مثل ہیں اور لوگ بالائی لباس کی مثل ہیں اگر لوگ ایک وادی اور گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی اور گھاٹی میں چلوں۔

مذکورہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصاری صحابہ کے ذہنوں میں جنم لینے والے شکوک وشبہات کو ختم کرنے کے لئے اور انصار کے ساتھ اپنی محبت اور قربت کو بیان کرنے کے لئے امثال کا منہج اختیار فرمایا! اس کے نتیجہ یہ نکلا کہ انصار صحابہ بے اختیار بول اٹھے کہ ہم اس تقسیم پر بہت خوش ہیں اور اکثر کا یہ حال تھا کہ روتے روتے ان کی داڑھیاں بھیگ گئیں۔

---

[19] محمد بن عبداللہ العوشن، " ماشاع ولم يثبت في السيرة النبوية"، (الناشر: دار طيبة، س-ن) 30:1۔

[20] محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، 1:368۔

[21] قشیری، صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب اعطاء المؤلفۃ قلوبھم وتصبر من قوی ایمانہ، حدیث: 2446، 2۔

تفاخر نسلی وذات پات کا خاتمہ

اگر ہم روزمرہ کی زندگی میں جائزہ کے طور پر یہ دیکھنا چاہیں کہ جس معاشرے میں ہم رہ رہے ہیں وہاں ہمارا روزمرہ کا واسطہ تعلق کیا ایک ہی طرح کے مزاج رکھنے والے لوگوں سے پڑتا ہے تو یقیناً اس کا جواب نفی میں ہوگا۔ کیونکہ جس طرح انسان اپنے قریبی لوگوں میں دیکھتا ہے کہ اس کا مزاج، پسند و ناپسند، طور طریقے دوسرے رشتہ داروں سے قدرے مختلف ہیں اسی طرح معاشرے کی سطح پر لوگوں کا مزاج بدرجہ اتم مختلف ہوتا ہے۔ معاشرے کے امن وسکون کے تباہ ہونے کی ایک وجہ رنگ و نسل اور روایات وانصاب پر فخر کرنا ہے امن وسکون کے داعی رسول ﷺ نے ان عاداتِ قبیحہ کو معاشرے سے ختم کرنے کے لیے اپنے صحابہ کو مثال کے ذریعے درس دیا۔

آپ ﷺ کی مبارک زندگی کا آخری بڑا واقعہ خطبہ حجۃ الوداع ہے۔ حج فرض ہونے کے بعد یہ آپ ﷺ کی زندگی کا پہلا اور آخری حج تھا۔ حج کے اس موقع پر آپ ﷺ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس کو خطبۃ الوداع کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ خطبہ اسلامی معاشرے کی تشکیل اور بقاء کے مختلف ضوابط واصول فراہم کرتا ہے۔ اس خطبے میں بھی اسلامی تعلیمات کے متعلق بعض نہایت اہم بنیادی امور کا تذکرہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی گفتگو مبارک میں تمثیلانہ انداز نظر آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"ایھاالناس ان اللہ یقول یا ایھاالناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم فلیس لعربی علی عجمی فضل ولا لعجمی علی عربی ولا لاسود علی ابیض ولا لابیض علی اسود فضل الا بالتقویٰ. الناس من اٰدم واٰدم من تراب"[22]

ترجمہ: لوگو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کہ انسانوں ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں جماعتوں اور قبیلوں میں بانٹ دیا ہے کہ تم الگ الگ پہچانے جاسکو۔ تم میں زیادہ عزت وکرامت والا خدا کی نظروں میں وہی ہے جو خدا سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ چنانچہ اس آیت کی روشنی میں نہ کسی عرب کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل ہے نہ کسی عجمی کو کسی عرب پر، نہ کالا گورے سے افضل ہے نہ گورا کالے سے ہاں بزرگی اور افضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ تقویٰ ہے۔ انسان سارے ہی آدم کی اولاد ہیں اور آدم کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ وہ مٹی سے بنائے گئے۔

ایک اور روایت میں مذکور ہے:

"عَنْ أَبِي نَضْرَةَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ خُطْبَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَسَطِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى"[23]

ترجمہ: حضرت ابونضرۃ کہتے ہیں: مجھ سے ایک ایسے آدمی نے ذکر کیا ہے جنہوں نے ایام التشریق کے درمیان میں رسول اللہ ﷺ کا خطبہ سنا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگوں تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے مگر تقویٰ کے ساتھ۔

مذکورہ گفتگو سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آپ ﷺ نے نسلی تفاخر کو مٹانے کے لئے اور پوری انسانیت کو برابری کا درس دینے کے لئے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر سامعین کو امثال کے ذریعے ترغیب دلائی کیونکہ عرب معاشرے میں قبل از اسلام آباؤ اجداد کی روایات اور انساب پر بہت زیادہ فخر کیا جاتا جس کا ثبوت احادیث مبارکہ کی بھی متعدد روایات سے ملتا ہے۔ حضرت ابوذر نے جب اپنے غلام کو اس کی ماں اور نسب کے بارے میں عار دلائی تو رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارکہ سے یہ کلمات نکلے:

"إِنَّکَ امْرُؤٌ فِيکَ جَاهِلِيَّةٌ" [24]

---

[22] محمد بن أبي بکر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى: 751ھ)، **"زاد المعاد في هدي خير العباد"**، (بیروت: مكتبة المنار الإسلامية، الطبعة: السابعة والعشرون, 1415ھ) 5:144۔

[23] محمد بن حنبل شیبانی، مترجم۔ سعید مجتبیٰ سعیدی، **مسند امام احمد بن حنبل**، کتاب طواف المفرد والقارن والمتمتع، باب الخطبۃ اوسط ایام التشریق (لاہور: الفضل مارکیٹ اردو بازار، س ن)، حدیث: 4568، 4۔

[24] بخاری، **صحیح بخاری**، کتاب الادب، باب، ماینھیٰ من السباب واللعن، حدیث: 6050، 5۔

ترجمہ: "تم ایسے شخص ہو جس میں ابھی بھی جاہلیت کی عادت پائی جاتی ہے"۔

عہد وپیمان کا احترام

انسان کی زندگی معاشرتی زندگی ہے اور ایک معاشرے میں رہتے ہوئے انسان کے لئے اپنے جیسے دوسرے افراد سے راو بط رکھنا نہ صرف مجبوری ہے بلکہ ایسا کرنا از حد ضروری ہوتا ہے۔ معاشرتی زندگی عہد و پیمان کا سرچشمہ ہے اور عہد و پیمان کی رعایت بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہے یہاں تک کہ اس کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ عہد و پیمان کے بغیر اس معاشرے کا سماجی امن وامان ختم ہو جاتا ہے اور صلح وصفائی کی جگہ جنگ وجدال لے لیتے ہیں۔

امثال الحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے جس طرح ایک اسلامی معاشرے کو بنیادی اور مضبوط سماجی قوانین عطا فرمائے ہیں ان کو کسی بھی طرح فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"عَنْ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يَقُولُ إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ"[25]

ترجمہ: حضرت ابن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کونسا مسلمان سب سے بہتر ہے آپ ﷺ نے فرمایا! جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب تک ایک اسلامی معاشرہ ان اصول وضوابط اور قوانین کا متحمل رہا ہے تو مشرق و مغرب میں طویل مسافت کے باوجود قومیں ایک دوسرے سے متعارف ہوئیں، طبیعت اور مزاج کے اختلاف کے باوجود ان کے دل ایک دوسرے کے لئے وسعت پذیر ہوئے، رنگ اور جنس کے مختلف ہوتے ہوئے وہ باہم متحد ہو گئے یعنی نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی باہمی دشمنی وعداوت، محبت واخوت میں تبدیل ہو گئی، وہ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن گئے، وہ ایک دوسرے کو اچھی باتوں کی تلقین کرنے لگ گئے اور ایک دوسرے کا دفاع کرنے والے بن گئے جبکہ اس سے قبل وہ ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔

باہمی تعاون کا فروغ

انسان معاشرہ میں لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور زندگی کے ہر مرحلے میں باہمی امداد و تعاون، صلاح ومشورے کے ذریعے اپنی ضروریات کی تکمیل اور مسائل کو حل کرتا ہے اور یہی سماجی ارتقاء اور مضبوط ومستحکم معاشرتی زندگی کی بنیاد ہے۔ یہ اصول خاندانوں، تحریکوں، تنظیموں اور اداروں سب کے لیے یکساں ہے۔ کوئی خاندان ہو یا تنظیم وتحریک معاشرہ ہو یا کسی بھی قسم کا ادارہ اس کے بغیر نہ وجود میں آتے ہیں اور نہ قائم رہ سکتے ہیں۔ صالح معاشرہ کے قیام وبقا اور اچھی قدروں کے فروغ کے لیے باہمی تعاون بنیاد ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

"تعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان"[26]

ترجمہ: نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو، گناہ اور زیادتی کے کاموں تعاون نہ کرو۔

انسانی زندگی اگرچہ قائم ہی باہمی تعاون کی بنیاد پر ہے مگر پھر بھی بعض ایسے معاملات ہیں جہاں اہل ایمان کو خصوصی نظر رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ مذکورہ آیت میں جہاں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو باہمی تعاون کا حکم دیا ہے وہاں اس چیز کو بھی واضح فرمادیا ہے کہ وہ کون سے امور ہیں جن میں اہل ایمان باہمی مدد وتعاون میں ایک دوسرے کے برابر کے شریک ہونگے؟ یہ آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ اہل ایمان آپس میں تعاون و مددگار ہونے کا کردار صرف اور صرف نیکی اور خیر کے معاملوں میں کریں گے۔ لیکن جہاں برائی ہو گی، معاشرے اور سماج کو نقصان پہنچانے والے کام کا معاملہ آئے گا، وہاں کسی کی بھی مدد نہیں کی جائے گی۔ آقا کریم ﷺ نے اصلاح معاشرہ کی خاطر انسانی عظمت وکردار کو پاکیزہ بنانے کے لئے باہمی تعاون کو فروغ دینے کے لئے ارشاد فرمایا:

---

[25] قشیری، **صحیح مسلم**، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام وای امورہ افضل، حدیث: 161، 1۔

[26] القرآن

"عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا."[27]

ترجمہ: "حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوط رکھتی ہے"۔

مذکورہ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاشرے میں یکجہتی اور باہمی تعاون کو فروغ دینے کے لئے اینٹوں سے بنی ہوئی عمارت کی مثال سے سمجھایا کہ جس طرح ایک ایک اینٹ جوڑ کر عمارت بنائی جاتی ہے اسی طرح ایک ایک فرد سے مل کر معاشرہ بنتا ہے، اور جس طرح اینٹوں کے باہمی سہارے سے بلند اور مضبوط عمارت وجود میں آتی ہے اسی طرح ایک ایک فرد کے تعاون اور کردار سے مل کر معاشرہ بنتا ہے۔ لہٰذا پورے اسلامی معاشرے میں ہر فرد کو وہی کردار ادا کرنا چاہیے جو ایک مضبوط عمارت کی ہر اینٹ عمارت کے استحکام اور اس کی بقا کے لئے کرتی ہے۔

عدل وانصاف

کسی بھی معاشرے کی بقا اور تحفظ کے لئے عدل وانصاف ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن وسنت اور اسلامی تعلیمات میں عدل وانصاف کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ انسانی تاریخ میں عدل کو جو اہمیت دی گئی ہے اس کے قیام ونفاذ کے جو بھرپور فائدے انسانوں کو حاصل ہوئے ہیں اس سے روگردانی یا اسے نظر انداز کرنے کا جس قدر نقصان اور خسارہ بنی نوع انسان نے بھگتا ہے اس کی نظیر کسی بھی دور میں آسانی سے تلاش کی جا سکتی ہے اور کوئی دوسرا رویہ فائدہ اور نقصان پہنچانے کے حوالے سے اس عدل کے برابر نہیں ہو سکا۔ وہ قومیں جنہوں نے عدل کی اہمیت کو جان لیا پہچان لیا اور مان لیا وہ اقوام عالم میں نمایاں ہو گئیں۔ مثالی معاشرے کا قیام عدل کی بالادستی اور بلا تفریق انصاف کی فراہمی کے بغیر ناممکن ہے۔ عدل کے برخلاف ظلم قوموں کو برباد کر دیتا ہے۔ اللہ تعالی اور حضور اکرم ﷺ نے ہر حال میں عدل وانصاف کے احکامات دیئے ہیں اور قوموں کی بقا کی ضمانت بھی اسی وصف عالیہ میں مضمر ہے۔ عدل وانصاف ہی وہ پیمانہ ہے جس کی بدولت انسانیت زندہ ہے۔ اگر کوئی معاشرہ عدل وانصاف سے عاری ہو تو وہ کبھی صالح معاشرہ نہیں ہو سکتا۔ عدل و انصاف کا جذبہ ہی وہ جذبہ ہے جو انسان کو بلندی کی طرف لے جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے:

"عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: قال رسول الله ﷺإن المقسطين عند الله على منابر من نور عن يمين الرحمن"[28]

ترجمہ: "عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں رحمن کے دائیں طرف نور کے منبروں پر ہوں گے"۔

مذکوہ حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے مثال سے عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے والے لوگوں کی فضیلت کو اس انداز سے بیان کیا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نور کے منبروں پے جلوہ گر ہوں گے۔ دین اسلام عدل وانصاف کا درس دیتا ہے کیونکہ معاشرے میں اسی کے ذریعے امن وامان کا قیام ممکن ہے۔ اسلام خیر وبرکت اور امن وسلامتی کا دین ہے، اس میں اپنے، پرائے، واقف ناواقف، حاکم محکوم، عورت مرد، چھوٹے بڑے ہر ایک کے حقوق کا نہ صرف اہتمام کیا گیا ہے بلکہ ان کی ادائیگی کو عبادت قرار دیا گیا ہے۔ دین اسلام نے معاشرے میں انفرادی طور پر ہر ایک کا حق مقرر کیا ہے تاکہ حقوق وفرائض کے ذریعے ہر انسان کی تربیت کی جائے۔

مسائل کی نوعیت کی وضاحت

معاشرتی زندگی میں کثرت کے ساتھ ایسے مسائل کا سامنا رہتا ہے جن کی تفہیم کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان مسائل کو صرف خواص ہی سمجھ پائیں گے اور کوئی بھی عام انسان ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا لیکن پھر جب ان کے ساتھ کسی مثال کا تذکرہ کر دیا جاتا ہے تو وہ اس کے ذریعے سب کے لئے قابل فہم ہو جاتے ہیں۔ اس طرح وہ سب لوگ بھی اس سے مستفید ہو جاتے ہیں جو کم علمی کی وجہ سے نااہل تصور کیے جاتے تھے۔ امثال الحدیث کا مطالعہ کرنے کے دوران ہمارے سامنے بے شمار ایسی احادیث مبارکہ آتی ہیں جن

---

[27] قشیری، **صحیح مسلم**، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، حدیث: 6585، 3۔

[28] ولی الدین محمد بن عبداللہ، **مشکوٰۃ المصابیح**، کتاب الإمارۃ والقضاء (لاہور: مکتبۃ اسلامیہ، 2013ء)، حدیث: 3690، 2۔

میں اللہ کے محبوب ﷺ موقع کی مناسبت سے تمثیلی انداز میں اپنے اصحاب کے سامنے گفتگو فرماتے اور تقریباً مجمع میں موجود ہر شخص آپ ﷺ کی مراد و مقصود سے واقف ہو جاتا، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن دینار حضرت ابن عمر سے روایت ہے "

"عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللهِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ فَقَالَ هِيَ النَّخْلَةُ"[29]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن دینار حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور اس کی مثال مسلمان کی طرح ہے پس تم مجھے بیان کرو کہ وہ کونسا درخت ہے پس لوگوں کا خیال جنت کے درختوں کی طرف گردش کرنے لگا حضرت عبداللہ نے کہا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے پس میں نے شرم محسوس کی پھر صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ ہی ہمیں بتادیں وہ کون سا درخت ہے تو آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے"۔

مذکورہ مثال میں آپ ﷺ نے بندہ مومن کی خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے اسے ایک ایسے درخت سے تشبیہ دی جس پر کبھی خزاں نہیں آتی گویا بندہ مومن ہر حال میں راضیٔ برضائے مولا ہوتا ہے وہ کبھی بھی مایوسی کا شکار نہیں ہوتا۔ جب ایک معاشرے میں رہنے والا ہر شخص اس تیقن کے ساتھ زندگی بسر کرے گا تو یقیناً وہ معاشرہ امن و سکون کے اعتبار سے ایک مثالی معاشرے کے طور پر سامنے آئے گا۔

فقراء و مساکین سے اظہار محبت و شفقت

اسلام نے خدمت خلق کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔ فقراء و مساکین سے اظہار محبت و شفقت اور غریب و مجبور انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے تگ و دو کرنا اسلامی تعلیمات کا نمایاں پہلو ہے۔ سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے کردار و عمل اور وعظ و نصیحت کے ذریعے خدمت خلق اور انسانی ہمدردی کے اعلیٰ نمونے پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے صحابہ کی تربیت بھی اسی نہج پے فرماتے تاکہ وہ بھی معاشرے کے لئے مجسمہ رحمت و ایثار ثابت ہوں۔ آپ ﷺ تعلیم و تربیت کے عمل کے دوران جامع الفاظ کے استعمال کے ساتھ ساتھ مخاطب کی نفسیات کو مد نظر رکھتے ہوئے گفتگو فرماتے، دوران گفتگو ضرب الامثال کے سلسلے میں مختلف طریقے اختیار فرماتے، جن میں سے ایک اسلوب اپنی بات کو اشارے سے سمجھانا تھا اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سامعین کے لئے بات کو سمجھنے میں آسانی ہو اور وہ قاری کی طرف مائل ہو سکے۔ اس اسلوب کا فائدہ یہ ہے کہ سامع کے ایک سے زیادہ حواس خمسہ تعلیم و تربیت کے حصول میں مشغول ہوتے ہیں کیونکہ اس طرح مخاطب نہ صرف بولی گئی عبارت سنتا ہے بلکہ اشارات بھی دیکھتا ہے جو نصیحت پذیری کے لئے زیادہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔ امثال الحدیث میں ایسی احادیث مبارکہ کا تذکرہ بھی ملتا ہے جن میں رسول اللہ ﷺ نے کسی بات کی وضاحت یا اہمیت بیان فرمانے کے لیے مثال کے علاوہ اپنے ہاتھ مبارک یا بدن کے مختلف اعضاء کے اشاروں سے مزید وضاحت فرمائی۔ جیسا کہ ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

"عَنْ سَهْلٍ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هَكَذَا وَأَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطَى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا شَيْئًا"[30]

---

[29] قشیری، **صحیح مسلم**، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، باب مثل المؤمن مثل النخلۃ، حدیث 5:7098۔

[30] بخاری، **صحیح بخاری**، کتاب الطلاق، باب اللعان، حدیث: 5304،5۔

ترجمہ: حضرت سہلؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے اور شہادت اور درمیان والی انگلی سے اشارہ فرمایا اور ان کے درمیان ذرا کشادگی رکھی۔اس حدیث میں آپ ﷺ نے یتیم کی کفالت کرنے والے کے اعزاز واکرام اور جنت میں اپنے قریب ہونے کو بیان کرنے کے لیے الفاظ استعمال نہیں فرمائے بلکہ اپنی انگلیوں کو ملا کر اور اشارہ کر کے اس قرب کا اظہار فرمادیا۔اس کے ساتھ ہی انگلیوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی بھی رکھی تاکہ تھوڑے سے فاصلے کا بھی اظہار ہو جائے۔یقیناً یہ اشارہ الفاظ سے زیادہ مؤثر اور متاثر کن تھا۔

روز مرہ زندگی میں استعمال کی جانے والی امثال اور امثال رسول ﷺ میں فرق

- معاشرتی زندگی کی امثال کی بنیاد روایات یا رسم ورواج پر ہوتی ہے جبکہ امثال رسول ﷺ کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے۔
- عام محافل میں استعمال ہونے والی امثال میں بیہودہ الفاظ اور باطل امور کا شبہ رہتا ہے جبکہ رسول ﷺ کی تمام امثال حکمت ودانائی سے لبریز الفاظ اور حقیقت پر مبنی امور پر مشتمل ہیں جن میں جھوٹ کا شبہ تک بھی نہیں ہے
- عام طور پر مثالوں کا مقصد وقتی طور پر لوگوں کے جذبات کو ابھارنا یا کسی غیر معمولی واقع سے خبر دار کرنا ہوتا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کی امثال کا مقصد لوگوں کو حقیقی اور دائمی کامیابی کے حصول کی طرف گامزن کرنا ہے۔
- معاشرتی زندگی میں امثال کی نسبت مختلف لوگوں کی طرف یا کسی واقعہ کی طرف کی جاتی ہے جبکہ امثال رسول ﷺ کی نسبت اللہ کے نبی کی طرف ہے۔
- روز مرہ کی امثال میں الفاظ کا استعمال زیادہ اور مفاہیم کا دائرہ محدود ہوتا ہے مگر امثال رسول ﷺ میں الفاظ کا استعمال تو بہت کم ہے لیکن وہ الفاظ اپنے دامن میں لامحدود علوم کا ذخیرہ لئے ہوئے ہیں۔
- معاشرے میں مشہور امثال تاریخ کی مختلف کتب میں موجود تو ہوتی ہیں مگر وہ امثال جن کی طرف منسوب ہیں ان کے احوال زندگی محفوظ نہیں ہیں جبکہ امثال رسول ﷺ اللہ کے نبی کی طرف منسوب ہیں اور آپ ﷺ کی زندگی کا ہر ہر گوشہ محفوظ ہے۔

خلاصہ بحث

ایک عام معاشرے کو صحیح معنوں میں اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے مختلف مواقع پر دیئے گئے خطبات ومواعظات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ آپ ﷺ نے پوری انسانیت کو دنیاوی زندگی میں اصلاح اور اخروی زندگی میں فلاح کے حصول کے لئے زندگی کے مختلف پہلوؤں کی طرف ترغیب وترہیب دلانے کے لئے تمثیلی انداز گفتگو کو بھی اپنایا۔ معاشرتی زندگی میں امثال کا استعمال اس لئے ضروری ہے کیونکہ معاشرے میں رہنے والے لوگ الگ الگ مزاج کے مالک ہوتے ہیں۔بعض اتنے جذباتی اور غصیلے ہوتے ہیں کہ اگر انہیں کسی بھی وجہ سے غصہ آجائے تو غصے کے جذبات کو قابو کرنا ان کے لئے دشوار ہو جاتا ہے۔بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو کسی بھی طرح کی صورت حال میں جذبات سے کام لینے کی بجائے عقل وشعور سے کام لیتے ہیں۔اگر بالفرض ایسا ہو کہ مذکورہ دونوں رویوں کے لوگ آمنے سامنے آجائیں تو یقیناً منفی جذبات والا شخص مثبت جذبات والے انسان کے اندر موجود شعور کو اپنے منفی جذبات کی وجہ سے ختم کردے تو اس طرح برداشت نہ کرنے والی بیماری معاشرے میں پھیل کر معاشرے کے امن کو تباہ وبرباد کردے گی۔مزید اس بات کی بھی اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ تشکیل کردار میں نبی کریم ﷺ کا تمثیل اسلوب کس قدر اہمیت کا حامل اور کارگر ہے۔

مصادر ومراجع

القرآن الکریم

International Journal of Islamic Studies & Culture ISSN- 2709-3905
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/192 PISSN2709-3891
(Volume.3, Issue.4 (2023)
(October - December)

محمد بن یعقوب، القاموس المحیط (القاہرہ: دار الحدیث، 2008ء) 1508۔

جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب (بیروت: دار صادر، س ن) 6:14۔

احمد بن فارس بن زکریا، مقابیس اللغۃ (دار الفکر، للطباعۃ والنشر والتوزیع، س ن) 5:296۔

راغب حسین الاصفہانی، مفردات الفاظ القرآن (کراچی: مکتبۃ البشری، 2013ء)، ص481

فیروز الدین، جامع فیروز اللغات (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، 2005ء)، ص920

ابو ہلال حسن العسکری، کتاب جمہرۃ الامثال (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1988ء)، ج1، ص11

علاء اسماعیل الحمزاوی، الامثال العربیۃ والامثال العامیۃ، ص:11

الاصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، ص481

محمد بن عیسیٰ ترمذی، مترجم۔ محمد محی الدین جہانگیر، شارح، محمد یٰسین قصوری، شرح ترمذی (لاہور: شبیر برادرز، 2017ء) 5:23۔

عبداللہ ابن قیم الجوزی، اعلام الموقعین (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، 2007ء)، ج1، ص180

محمد بن عبداللہ الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن (قاہرۃ: دار الحدیث، 2006ء)، ج1، ص327

محمد جعفر پھلواروی، مقالات (راولپنڈی: مکتبۃ امتیاز، 2007ء)، ص138

ہمایوں عباس شمس، علوم القرآن (فیصل آباد: شمع بکس، 2015ء)، ص109

الشعراء، 214۔

عبدالحمید سواتی، معالم العرفان (گوجرانوالہ: مکتبۃ دروس القرآن فاروق گنج، 2007ء) 14:322۔

محمد بن عبداللہ العوشن، " ماشاع ولم يثبت في السيرة النبوية"، (الناشر: دَارُ طيبة، س-ن) 30:1۔

محمد بن سعد، طبقات ابن سعد، 1:368۔

قشیری، صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب اعطاء المؤلفۃ قلوبھم وتصبر من قوی ایمانہ، حدیث: 2446، 2۔

محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى: 751ھ)، "زاد المعاد في هدي خير العباد"، (بیروت: مكتبة المنار الإسلامية، الطبعة: السابعة والعشرون، 1415ھ) 5:144۔

محمد بن حنبل شیبانی، مترجم۔ سعید مجتبیٰ سعیدی، مسند امام احمد بن حنبل، کتاب طواف المفرد والقارن والمتمتع، باب الخطبۃ اوسط ایام التشریق (لاہور: الفضل مارکیٹ اردو بازار، س ن)، حدیث: 4568، 4۔

بخاری، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب، ماینھیٰ من السباب واللعن، حدیث: 6050، 5۔

قشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام وای امورہ افضل، حدیث: 161، 1۔

القرآن

قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تراحم المؤمنین وتعاطفھم وتعاضدھم، حدیث: 6585، 3۔

ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکوۃ المصابیح، کتاب الإمارۃ والقضاء (لاہور: مکتبۃ اسلامیہ، 2013ء)، حدیث: 3690، 2۔

قشیری، صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامھم، باب مثل المؤمن مثل النخلۃ، حدیث 5:7098۔

بخاری، صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان، حدیث: 5304، 5۔